ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جمہوریت اور جمہوری آزادی

زندگی اپنے لاحقوں، لازموں اور انگنوں سمیت ایک مضبوط اور محیط ضابطے کی متقاضی تھی۔ اس کا رخ اور سمت غیر متعین تھی۔ اس کی تعیین بہت ضروری تھی۔ انسان نے زندگی کا دائرہ مقرر کرنے کی بہت کوشش کی، مگر ہر بار ضلت اور ذلت کے ہاتھوں نکبتوں کی اتھاہ گہرائی میں اتر جانے کے سوا اُسے کچھ نہ ملا۔ ہر چند کہ ہر دور اور ہر خطے کے بعض انسانوں نے ایسی ہر کوشش کو بہت سراہا اور اس کی تحسین وستائش میں زمین اور آسمان کے قلابے ملا دیئے مگر حقیقت یہ ہے کہ کبھی کسی انسان کے مستبدانہ رویے قانون بن گئے اور کبھی کسی کے دیوتائی انداز پجاریوں کے گلے میں لٹکا دیئے گئے۔ ایسا بھی ہوا کہ طاقت واختیار، پسند و ناپسند اور خواہش وطلب کے مرگھٹ پر اللہ کی مخلوق کا بلیدان دے دیا گیا اور ایسا تو کئی بار ہوا اور مسلسل ہوتا آرہا ہے کہ انسان کو ''آزادیوں'' کے گھاٹ اتارا گیا۔ اور اس بے ہنگم رویے اور عمل کو انسانی بقاء وارتقاء کا زینہ سمجھا گیا، اس موذی فلسفہ کو انسانی فکر ونظر کی معراج بتایا گیا۔ بلکہ اس بتانے بتانے میں کروڑوں سفید وسادہ اور پاک وصاف اوراق سیاہ اور نجس کر ڈالے گئے۔ معلوم تاریخی حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس فکری تاریکی نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے بھی ہزار برس پہلے انسانی شعور میں ڈیرے ڈال دیئے تھے (یا ڈاکے ڈال دیئے تھے)۔ یونانیوں کے فکر تاریک کی ظلمت اتنی محیط تھی کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعوت وتبلیغ سے یہ سیاہی نہ چھٹی۔ سیدنا مسیح مقدس عیسیٰ علیہ السلام کا زہد ومظلومیت، آپ کا اعجاز مسیحائی اور آپ کی انسانی عقلوں کو عاجز کر دینے والی زندگی بھی تاریکیوں میں بھٹکنے والے لوگوں کو نورانی فضاء بسیط میں نہ لا سکی۔ حتیٰ کہ آپ ایک بار پھر آنے کا سندیسہ سنا کر، رفعتوں اور عظمتوں کی گود میں آرام کرنے چلے گئے۔ ان کی قوم نے ''فکر ماضی'' کو ہی نجات کا راستہ جانا اور اسی پر گامزن رہی تا آنکہ تاریخ نے اس فکر اور اس قوم کو برطانیہ عظمیٰ کے گلے کا ہار بنا دیا اور اس کی دنیا کو اسی فکر اور اسی قوم کے ساتھ وابستہ کر دیا۔ وہ فکر اور وہ قوم جس کا ماضی تعلیمات ربانی کے انکار، نبیوں اور رسولوں کی بتلائی ہوئی الہامی صداقتوں کے انکار، سچے دین اور سچی شریعتوں کی متعین کردہ راہ ہدایت پر چلنے سے انکار سے عبارت ہے۔ بے لگام ''آزادیوں'' سے عبارت ہے۔ شخصی، نسلی، گروہی اور علاقائی مفادات پر مبنی ''جمہوری جدوجہد'' سے عبارت ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ آئر لینڈ کے باسی آٹھ سو برس سے چیخ رہے ہیں کہ ہمیں بھی انسانوں والی زندگی گزارنے کا حق دیا جائے۔ لیکن غور کیجیے کہ ان گنت ''جمہوری آزادیاں'' بھی آئرش عوام کو انسانی زندگی سے آشنا نہیں کر سکیں۔ انہیں ان کے حقوق نہیں دلا سکیں۔ انہیں مطمئن نہیں کر سکیں۔ جس معاشرے نے جمہوریت کو جنم دیا، وہی معاشرہ جمہوریت سے مطمئن نہیں اور اس کو اپنے مسائل کے حل کے لیے ناکافی سمجھتا ہے۔ آئرش کہتے ہیں کہ چند مستبد لوگوں نے اپنی استبدادی کارروائیوں کو دوام بخشنے کے لیے جمہوریت ایجاد کی ہے۔ ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے بھی اس مستبدانہ عمل کو دیکھنے پر فرمایا تھا کہ.........ع

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب

ابلیس نے جمہوریت کے نام پر ظلم، جور، جفا، استبداد، مکاری، عیاری، چوری، رہزنی اور دیگر سینکڑوں برائیوں کو رواج دے دیا ہے۔ علامہ اقبالؒ کے افکار اور ان کے اظہار کے ماتحت، یہ جمہوریت انسان کو اس کے دائرے سے باہر پھینک دیتی اور حیوان اخبث بنا دیتی ہے۔ یعنی.................ع

غلام اہرمن دوون نہاد مردہ ضمیر

اسی علامتی اہرمن، دوں نہادی اور مردہ ضمیری کا نام "شرک" ہے۔ یہی شرک، وحی والہام کی نفی اور کفر والحاد کا اثبات ہے۔ وجہ فتنہ وفساد ہے اور جمہوریت کی بنیاد ہے۔ جمہوریت جس میں طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں، جو کالانعام اور بے لگام ہیں............ع

کہ از مغز دو صد خر فکر انسانے نمی آید

(دو سو گدھوں کے مغز سے انسانی فکر پیدا نہیں ہوتا)۔ جی ہاں، لاکھوں خر مغزوں کی بھیڑ سے دین قائم نہیں ہوسکتا۔ جمہوریت کا "بانی" افلاطون "مشرک اعظم" ہے۔ جمہوریت کی "ڈینٹنگ پینٹنگ" کرنے والے جرمنی، فرانس، برطانیہ امریکہ کے نصرانی، یہودی کافر، مشرک......اللہ، رسول، آخرت کے منکر......جمہوریت کو ملک کا نظام بنانے والے دنیا بھر کے کفار ومشرکین......اور جمہوریت عین اسلام؟......ع

ایں چہ بوالعجبی است؟

پاکستانی مسلمان بھی جمہوری سسٹم کو ہی پسند کریں تو پھر ہم پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ جب ہندو اور مسلم کی تقسیم دو قومی نظریہ پر ہوئی۔ پاکستان کی بنیاد دو قومی نظریہ پر رکھی گئی۔ دو قوموں کی معاشرتی رسوم ورواج مذہب، تعلیم، تہذیب سب کچھ الگ تھا تو اب ایک کیوں ہوا؟ دو قومی نظریہ کہاں کھو گیا؟ اب دو قومیں ایک ہی نظریہ میں گم کیوں ہیں؟ کافر ومشرک اور مومن الگ الگ کیوں نہ رہے؟ جمہوریت کو بہ حیثیت نظام قبول کرنے میں مسلم ہندو ایک کیوں ہوئے؟ یہی کچھ کرنا تھا تو بٹوارہ کیوں کیا؟ عصمتیں کیوں لٹوائیں؟ اربوں روپے کی جائیداد کیوں برباد کی؟ کروڑوں انسان ذلیل و رسوا کیوں کیے گئے؟ لاکھوں معصوم، جوانان رعنا، گھروں کے سرپرست بوڑھے قربان کیوں کیے گئے؟ اسلام کے نام پر، جمہوریت کی خرافہ سے ملاپ، تمام کفار ومشرکین سے مشابہت ہے کہ نہیں؟ پچاس برس میں کسی بھی حکمران نے کوئی وعدہ پورا نہ کیا۔ البتہ جمہوریت کا راگ الاپتے الاپتے نصف صدی گزار دی۔ جھوٹ کافر ومشرک بولے تو اس پر لعنت......مسلمان بولے تو اس پر لعنت نہیں پڑے گی؟ وعدہ خلافی یہود نے کی تو قرآن کہتا ہے "ہم نے ان پر لعنت بھیجی" اور مسلمان پچاس سال سے وعدہ خلافیوں کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اس پر لعنت نہیں پڑے گی؟ یقیناً جھوٹے اور وعدہ خلاف لوگوں پر لعنت ہے اور اس کا ثبوت ہمارے وہ سب جھوٹے حکمران، جھوٹے سیاست دان ہیں جو دین کے دشمن ہیں۔ دینی اعمال، دینی مزاج، دینی حکمت عملی کو ضد، تعصب، فرقہ واریت کہنے والے اور یہودیوں کی رضا کے لیے نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے منہ موڑنے والے ہیں۔ وہ سب عوام ہیں جو کالانعام، جاہل، ظالم، بے دین، کفر کی رسموں میں اتارو، الیکشن کی دلدل میں خوش رہنے والے، ہر مستبد، ظالم، جفاکار، حرام خور، خرکار، بدمعاش، بے دین بلکہ بے دین، کفر کی

رسموں میں اتارو، الیکشن کی دلدل میں خوش رہنے والے، ہر مستبد، ظالم، جفا کار، حرام خور، خرکار، بدمعاش، بے دین بلکہ بد دین کے دوست، کفار و مشرکین کے دلدار و وفادار، بلکہ غلام بے دام...... ڈنڈے والے کے آگے آگے اور سرمایہ دار کے پیچھے پیچھے دم ہلانے والے ہیں۔ ایک نظر اس ملک میں جمہوریت کے ''ثمرات و برکات'' بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) ہر انسان اپنے ضمیر کے اعتبار سے آزاد ہے۔ اس بناء پر اسے مذہبی آزادی ہے۔ مذہب تبدیل کرنے کی آزادی ہے۔ مذہب پر تنقید کرنے کی آزادی ہے۔ اپنے مذہبی رویوں کو پروپیگیٹ کرنے کی آزادی ہے۔ لوگوں کو مذہب کی تبدیلی کی تلقین کرنے کی آزادی ہے۔

(۲) انسان کی رائے آزاد ہے۔ وہ جس چیز کو بہتر سمجھے، اس کو عام کرے۔ اس کے لیے وہ تمام ذرائع اختیار کرسکتا ہے۔ مثلاً اسلام کے مقابلے میں کفر کو پسند کرتا ہے تو یہ اس کا حق ہے۔ رائے کی آزادی کا یہی مطلب ہے۔ وہ کسی چیز میں ملاوٹ کرتا ہے تو آزادی رائے کی بناء پر یہ اس کا حق ہے کہ وہ اسے بہتر سمجھتا ہے۔ لہٰذا صحیح ہے۔

(۳) کوئی طبقہ طبقاتی کشمکش پر یقین رکھتا ہے تو اس معاملے میں وہ آزاد ہے۔ یعنی اسے پھیلائے اور عام کرے تو یہ اس کا حق ہے۔

(۴) معاشی استحصال کو اگر کوئی بہتر سمجھتا ہے تو یہ بھی اس کا حق ہے۔

(۵) کوئی شخص روزانہ کسی نئی آبرو سے کھیلنے کی خواہش رکھتا ہے تو آزادی رائے اور آزادی ضمیر کے وسیع تر مفہوم کی اساس پر یہ اس کا بنیادی جسمانی حق ہے اور ایسا کرنے سے کوئی اسے روک نہیں سکتا۔

(۶) اگر کوئی شخص نماز نہیں پڑھنا چاہتا، روزہ نہیں رکھنا چاہتا، زکوٰۃ نہیں دینا چاہتا، حج کو دولت کی بندر بانٹ کہتا ہے، سود کو تجارت کہتا ہے، ڈاڑھی کو جھاڑی یا جھالر کہتا ہے...... اس کو یہ سب کہنے اور کرنے کا حق حاصل ہے۔ بڑی سے بڑی مذہبی شخصیت کی پگڑی اچھال دے تو یہ بھی اس کا حق ہے۔

(۷) شراب جوا، بدکاری، حرام کاری، حرام خوری، جھوٹ، دھوکہ، فریب، مکر و زور، ناچ گانا، باجا گاجا، غل غپاڑہ...... یہ سب چیزیں ہر فرد کے جمہوری حق میں شامل و داخل ہیں۔

(۸) عورت کو گھر کی چار دیواری سے باہر نکال کر چوراہے میں لا کھڑا کرنا بھی جمہوری حق ہے......

ایسے ایسے ان گنت مسائل جو انسانیت کو درپیش ہیں یہ سب انسان کو حیوان ملبوس بنانے کی کلچرل مومنٹ کے شاخسانے ہیں۔ آزادی رائے کے برگ و بار ہیں اور اسی کا نام جمہوریت ہے۔ میں ''اولوالالباب'' (دانشوروں) سے پوچھتا ہوں کہ کفر اس کے سوا بھی کچھ چاہتا ہے؟ پیرانِ عظام سے، علماء کرام سے اور خاص طور پر اُن علماء سے پوچھتا ہوں جو دین کو ثانوی حیثیت دے کر، پالیٹکس کو اوّلیت دیتے ہیں۔ اور اس کی دلدل میں پھنس کر خوش رہتے ہیں...... کہ، یہودیوں اور عیسائیوں کے احبار و رہبان بھی تو یہی کچھ کرتے تھے۔ اپنے ہی جیسے انسانوں کا مال باطل روپوں سے ہڑپ کر جاتے تھے۔ دانش وری کے نام پر، آزادیوں کے نام پر، ان کا اعتقادی، اخلاقی، جانی اور مالی استحصال کرتے تھے۔ کیا یہ سب کچھ کرنے سے ہمیں بھی ان جیسی ذلت، ادبار، نکبت اور ویرانی نہیں ملے گی؟ (مارچ ۱۹۹۷ء)